از: محمد عارف اقبال
مدیر، اردو بک ریویو، نئی دہلی-۲

اُردو ادب میں سَرقہ کی بدترین مثال

اُردو میں جاسوسی ادب کے معمار ابن صفی کے حوالے سے

ادب میں مصنف کے حقوق کی پامالی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب یوروپ میں مصنّفین کے حقوق کے تحفظ کا احساس پیدا ہوا تو 1886 میں سب سے پہلے یوروپی ممالک کے مابین برن کنونشن کے معاہدے ہوئے اور اسی معاہدے کا نتیجہ تھا کہ ساری دنیا میں رفتہ رفتہ مصنف وتخلیق کار کے حقوق کے تحفظ کا قانون بنایا گیا۔ ''کتاب کی تاریخ'' کے مصنف شایاں قدوائی رومن عہد میں تحفظ تصنیف واشاعت کے حقوق پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> ''رومن عہد میں جبکہ چرمی پارچوں پر ہاتھ سے کتابت ہو رہی تھی یا قرون وسطیٰ میں آگے چل کر جب کاغذ پر کتب نویسی کا دور تھا، مصنفوں کے ساتھ دھوکہ بازی اور ان کی محنت کا سرقہ ناشرین کتب بھی کرتے تھے اور گھٹیا مصنّفین بھی۔ چھاپے خانوں کے وجود میں آجانے کے بعد بھی بہت عرصے تک اس بدعنوانی کا سلسلہ جاری رہا۔'' (صفحہ 131، مطبوعہ اردو ترقی بورڈ، نئی دہلی)

اردو ادب میں سرقہ یا چوری کے متعدد طریقے اختیار کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً کسی شاعر کی غزل کا شعر، مصرع اور ردیف وغیرہ کا سرقہ، کسی کہانی کے بنیادی کردار و پلاٹ کا سرقہ، کسی کے دیوان کو اپنا دیوان بنالینا، کسی کی تخلیق کو اپنی تخلیق قرار دینا، کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کتاب وتخلیقات کی اشاعت وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی کسی کے نادر خیال کو من وعن چُرا لینے کا ہنر بھی ادب میں داخل ہوا۔ حتیٰ کہ پی ایچ-ڈی کے مقالوں کا سرقہ بھی موضوع و عنوان میں جزوی تبدیلی کے بعد ممکن بنالیا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اس طرح کے مسروق مقالے پر پی ایچ-ڈی کی ڈگری بھی تفویض کی جانے لگی ہے۔ تحقیق میں حوالہ جاتی کتابوں (Bibliography) کا سرقہ بھی عام ہوگیا ہے یعنی ایک موضوع کے تحت درجنوں حوالے نقل کردیئے جاتے ہیں لیکن محقق حوالہ میں پیش کی گئی کتابوں کی صورت سے بھی نا آشنا ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں نصابی کتابوں کی تیاری میں بھی سرقہ کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

بیسویں صدی کے اردو ادب میں اوریجنل ناول نگاری کے حوالے سے ابن صفی (آمد: 26/ اپریل 1928 رخصت: 26/ جولائی 1980) کا نام بے حد نمایاں ہے۔ وہ ایک بلند پایہ انشا پرداز، طنز ومزاح نگار اور اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ ان کو اردو ادب میں جاسوسی ادب کا معمار بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ جاسوسی ناول نگاری کا آغاز انہوں نے ایک منصوبے کے تحت کیا تھا۔ وہ ادب میں مقصدیت کے قائل تھے۔ ادب کے نام پر معاشرے میں سرایت کی جائے والی بداخلاقی، جنسی بے راہ روی اور فحاشی کے رجحان کو وہ شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اردو زبان عام ہو مگر اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ وہ ایک باکردار، بااخلاق، منظّم اور باشعور سماج کا ادراک رکھتے تھے۔ ان کو جرائم سے نفرت تھی۔ قانون کا احترام ان کی تحریروں کا بنیادی نکتہ ہے۔

مارچ 1952 میں جب ابن صفی کا پہلا ناول فریدی اور حمید کے بنیادی کردار پر مشتمل ''دلیر مجرم'' الٰہ آباد سے شائع ہوا تو پھر انہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور اپنا ادبی سفر کراچی ہجرت کرنے کے بعد بھی بڑی کامیابی سے جاری رکھا۔ فریدی، حمید کے کردار پر تقریباً 45 ناول کے شہرہ آفاق کامیابی کے بعد 1955 میں انہوں نے عمران کا اچھوتا کردار تخلیق کیا، پھر تو ان کا قلم سرپٹ دوڑنے لگا۔ ان کے ہر نئے ناول کا انتظار اردو دنیا کے قارئین شدت سے کرنے لگے۔ سرّی ادب میں یقینی طور سے وہ قلم کے جادوگر تھے جن کی تحریریں اپنے قارئین کے دلوں پر حکومت کرتی تھیں۔ لوگ ناول کے شوق میں اردو زبان وادب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اردو زبان پر چھا جانے والی مایوسی کے بادل چھٹنے لگے۔ ان کے قارئین میں طلبا و اساتذہ کے علاوہ انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، سیاست داں، صحافی، تاجر، ادیب، شاعر، نقاد سبھی تھے۔ بعض ریٹائرڈ پروفیسرز آج بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن صفی کے ناولوں کے مطالعہ سے اردو سیکھی۔

ابن صفی کے قلم کی سرعت کا اندازہ کیجئے کہ انہوں نے مارچ سے دسمبر 1952 کے دس مہینوں کے عرصے میں فریدی، حمید سیریز کے گیارہ ناول لکھے۔ اسی طرح 1953 اور 1954 کے چوبیس مہینوں میں فریدی، حمید اور انور، رشیدہ کے کرداروں پر مشتمل ان کے 25 شاہکار ناول شائع ہوئے۔ 1955 میں ایک طرف انہوں نے فریدی حمید سیریز کے گیارہ شاہکار ناول لکھے تو دوسری طرف ان کا تخلیقی اور زرخیز ذہن ایک نئے کردار ''عمران'' کی تخلیق میں مصروف تھا۔ لہٰذا اکتوبر 1955 میں انہوں نے ''خوفناک عمارت'' لکھ کر عمران سیریز کے سلسلے کا باضابطہ آغاز کردیا اور دسمبر تک عمران سیریز کے مزید دو ناول منظر عام پر آئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں الٰہ آباد کے نکہت پبلی کیشنز سے ابن صفی کے ناولوں کا سرکولیشن ایک لاکھ کو تجاوز کرگیا تھا۔

ایشیا میں ابن صفی کی اس مقبولیت اور ان کی تحریروں کی سحر انگیز شہرت سے زوال آمادہ اردو ادب کے پروردہ ادیبوں میں حسد اور رقابت کا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔ چنانچہ ابن صفی کے نام کو کیش کرانے کے لئے متعدد نقال مصنّفین (ghost writers) وجود میں آئے اور انہوں نے ابن صفی کے قارئین کو رِجھانے کی ناکام کوششیں شروع کردیں۔ خاص طور سے ابن صفی کی علالت کے دوران (1960 تا 1962) نقال مصنّفین خودرَو جھاڑیوں کی طرح پیدا ہونے لگے کیونکہ اس دوران میں ان کا کوئی ناول منظر عام پر نہیں آسکا۔ اُس دَور میں صفی کے نام پر کچھ لوگوں نے این صفی، ابوصفی اور سیفی بی اے وغیرہ کے نام سے عمران کے کردار کو تختہ مشق بنایا۔ ایسے میں خواتین کیوں پیچھے رہتیں، چنانچہ نجمہ صفی اور نغمہ صفی بھی پیدا ہوگئیں۔ ایسے سارے جعلی صفیوں نے اپنی سی کوشش کرڈالی لیکن ان کی اشاعت کبھی ایک ہزار سے زائد نہیں ہو پائی، اس لئے کہ زیادہ تر لکھنے والوں کا مطالعہ وسیع نہیں تھا، دوسرے ان کی تحریروں میں وہ دلکشی، سلاست اور روانی نہیں تھی جو ابن صفی کے ناولوں کا خاصہ ہے۔

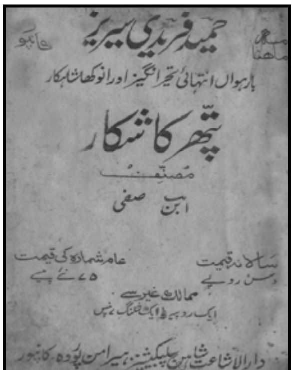

ابن صفی سے منسوب جعلی ایڈیشن کے ایک ناول کے پہلے صفحے کا عکس

ابن صفی نے اَن گنت صفیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک بار کہا تھا:

> ''رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو بے چارے سارے قافیے استعمال کرچکے ہیں، لہٰذا اب مجھے کسی 'ابن خصّی' کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو صرف یہی قافیہ بچا ہے۔ کوئی صاحبہ (اسی قافیہ والی) عرصے سے غلط فہمی پھیلا رہی ہیں کہ وہ میری کچھ لگتی ہیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ میرے والد صاحب بھی ان کے جغرافیے پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں۔ واللہ عالم بالصواب۔'' (''پیش رس'' ڈیڑھ متوالے)

تین سال کے بعد ''ڈیڑھ متوالے'' کے ہی پیش رس میں ابن صفی بڑے دکھ کے ساتھ لکھتے ہیں:

> ''اِدھر یارانِ طریقت تھے کہ طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے۔ ابن صفی پاگل ہوگیا ہے، کاٹنے دوڑتا ہے۔ ابن صفی نے پینے کی حد کردی تھی (حالانکہ میری سات پشتوں میں بھی کسی نے نہ پی ہوگی) اس لئے ایک دن نروس بریک ڈاؤن ہوگیا۔ ابن صفی کا کسی سے عشق چل رہا تھا اس نے بے وفائی کی، دل شکستہ ہوکر گوشہ نشیں ہوگیا۔ (حالانکہ گھٹیا قسم کے عشق کا تصور ہی میرے لئے مضحکہ خیز ہے) آخری اطلاع یہ تھی کہ ابن صفی کا انتقال ہوگیا۔ اس خبر پر سچ مچ دل اس طرح بھر آیا تھا جیسے میں خود ہی ابھی ابھی ابن صفی کو مٹی دے کر واپس آیا ہوں، پھر درجنوں ابن صفی پیدا ہوگئے جو اَب بھی بہ فضلِ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور دھڑلے سے میرے کرداروں کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو ایسا ہے جس نے فحاشی کی حد کردی۔ حمید اور فریدی کو بھی رنڈی باز بنا کر رکھ دیا۔ سوچئے اور سر دُھنئے، خدا ان سبھوں کی مغفرت فرمائے اور مجھے صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔''

ابن صفی حساس طبیعت تو تھے ہی نرم دل اور اعلیٰ ظرف کے حامل بھی تھے۔ ''سبز لہو'' کے پیش رس میں لکھتے ہیں:

> ''چھوٹے موٹے پبلشرز کے خلاف اگر میں نے کوئی کارروائی کی بھی تو وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا... برصغیر کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ فریدی، حمید، عمران اور قاسم وغیرہ میرے ہی تخلیق کردہ کردار ہیں۔ میری طویل علالت کے دوران میں بعض پبلشروں کو موقع مل گیا کہ وہ

میرے کرداروں پر ناول لکھوا کر فروخت کریں... صحت یاب ہوا تو ایسے پبلشروں کی کثیر تعداد نظر آئی، کس کس کے خلاف کارروائی کرتا...''

تاہم ظفر اور جیمسن جیسے کردار کے متعلق ابن صفی کہتے ہیں:

''ہر شعبۂ زندگی میں ہماری قوم کا کردار یہی بن گیا ہے کہ 'دکھ سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں' اپنے پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی ایسی کتاب ان کے ہاتھ لگے جس میں کسی نقال نے ظفر الملک یا جیمسن کے بارے میں کچھ لکھا ہو تو مجھے فوراً مطلع کریں، میں اُن حضرات کی یہ خوش فہمی بھی دور کردینا چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔''

اندازہ ہوتا ہے کہ ابن صفی اپنے نقالوں کو محض دھمکی دینے پر اکتفا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں، اپنے تخلیقی ذہن کو بروئے کار لائیں اور کسی دوسرے کے کردار پر شب خون نہ ماریں، لیکن اس معاملے میں ابن صفی کی اول الذکر بات ہی درست ثابت ہوئی کہ ''دکھ سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں۔'' ابن صفی کو کہاں فرصت تھی کہ وہ اس جھمیلے میں پڑتے۔ جس قوم سے ان کا تعلق تھا ان میں دشمنوں سے زیادہ دوستوں نے انہیں زک پہنچایا۔ انتہا یہ کہ خود کو ابن صفی کا نام نہاد شاگرد کہنے والوں نے بھی ابن صفی کے شاہکار کردار عمران کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اپنی کم علمی کے سبب ''عمران'' کی مٹی پلید کرتے رہے۔ کاش وہ جاسوسی ادب میں اپنی راہ خود نکالتے تو یقینی طور سے ابن صفی کے شاگرد ہونے کے حقیقی حقدار کہلاتے!

معروف نقاد پروفیسر عبدالمغنی مرحوم نے ''اردو ادب میں دانشوری کی روایت'' کے عنوان سے لکھے اپنے ایک مضمون میں ابن صفی کے بارے میں لکھا ہے:

''جاسوسی ناول نگاری میں ابن صفی انگریزی میں شرلاک ہومز کے خالق، کونن ڈوائل کی سطح پر ہیں۔'' (انداز تنقید، اشاعت ۲۰۰۷، صفحہ ۱۰۶)

اگر ابن صفی یوروپ میں پیدا ہوئے ہوتے تو کیا ان کے کسی کردار کو وہاں کا کوئی مصنف سرقہ کرنے کی جرأت کرسکتا تھا؟ کیا یوروپ میں کسی ایسے مصنف کا ذکر ملتا ہے جس نے شرلاک ہومز اور ڈاکٹر واٹسن کے کردار کو اپنے ناول میں پیش کرنے کی جرأت کی ہو؟ بات وہیں آتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں مجموعی طور پر ہمارا قومی کردار اتنا سطحی، مفاد پرست اور منافقانہ ہوگیا ہے کہ ہمارے اندر کسی کی ذہانت وصلاحیت کے اعتراف کی جرأت پائی جاتی ہے اور نہ ہی ہمارا تخلیقی ذہن اپنی راہ خود بنانے کا حامل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاص طور سے برصغیر میں قومی سطح پر زندگی کے ہر شعبہ میں پستی ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے۔ بالخصوص گزشتہ ساٹھ برسوں کے دوران اردو زبان سے وابستہ بیشتر افراد (ادیب، ناول نگار، شاعر اور اردو کتابوں کے ناشر) کا کردار بے حد مشتبہ رہا ہے۔ ابن صفی اپنے ناول ''گیارہ نومبر'' کے پیش رس میں لکھتے ہیں:

''...اب آیئے بے چارے مصنف (ابن صفی) کی طرف کہ اسے بہت دنوں کے بعد وہی پرانا مرض لاحق ہوگیا ہے، لیکن اس بار بنگلہ بھاشا میں ہوا ہے یعنی مشرقی پاکستان کے دو پبلشروں نے میرے کچھ ناولوں کا بنگلہ ترجمہ چھاپا ہے اور اس پر میرے نام کی بجائے 'مراد پاشا' اور 'آلک باری' رسید کردیا ہے یعنی اردو میں تو صرف چوریاں ہوتی تھیں لیکن بنگلہ میں تو ڈاکہ پڑا ہے مجھ پر۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہی غریب کیوں ایسوں کے ہتھے چڑھتا ہے۔ (اسے صنعت تجاہل عارف کہتے ہیں)

ان پبلشروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے اور انشاء اللہ انہیں کراچی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔

سنا ہے کراچی میں کوئی گجراتی اخبار عمران سیریز کا کوئی ناول نہ صرف چھاپ رہا ہے بلکہ کرداروں کی ایسی قلمی تصاویر بھی وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے جنہیں دیکھ کر بعض 'عمران پسند' آپے سے باہر ہوگئے ہیں! قلمی تصاویر وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے اور سلواتیں مجھے سننی پڑ رہی ہیں۔ یہ دوسرا مرض ہے جو مجھے لاحق ہوا ہے۔

اب آپ مشورہ دیجئے کہ عدالتی کارروائی مناسب رہے گی یا گنڈے تعویذ کروں!''

ابن صفی کو یہ خدشہ لاحق نہیں تھا کہ ان کے اوریجنل ناول کو کوئی من وعن شائع کردے کیونکہ ان کی حیات ہی میں اردو دنیا کے ڈائجسٹوں میں یہ سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ انھیں پریشانی اس بات کی تھی کہ اردو کے جعلی مصنفین اور ناشرین ناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنے کے لئے ان کی شہرت کا فائدہ شرمناک حد تک ناجائز طریقے سے اٹھا رہے تھے۔ ابن صفی ''ڈیڑھ متوالے'' کے پیش رس میں لکھتے ہیں: ''کراچی کے ایک ذاتِ شریف نے میرے ناول 'زہریلا آدمی' کے کرداروں کے نام تبدیل کئے اور اسے اکرم الٰہ آبادی کے نام سے چلادیا۔ اکرم الٰہ آبادی بھی خاصے مشہور لکھنے والے ہیں، اس طرح ان کی بھی توہین کی گئی۔'' اس معاملے میں یقینی طور سے کانپور، الٰہ آباد، لاہور، کراچی اور دہلی کے بعض پبلشروں نے بڑی دہشت گردی مچائی۔ کانپور کے شاہین پبلی کیشنز کے محمد درویش خاں نے فریدی، حمید اور عمران سیریز کے درجنوں ناول اس دیدہ دلیری سے شائع کئے کہ اردو دنیا کی تاریخ میں ایسی مذموم حرکت کا ارتکاب شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ اس پبلشر نے خود ابن صفی کی ڈمی کا رول ادا کیا اور فریدی، حمید وعمران سیریز کے درجنوں ناول جعلی مصنفوں سے لکھوا کر شائع کئے۔ ہر ناول کے سرورق پر بڑی بے شرمی سے ابن صفی لکھا حتیٰ کہ ''پیش رس'' کی نقالی بھی کی۔ اس کے شائع کردہ جعلی ناولوں کے چند نام یہ ہیں: معزز الّو، آوارہ فرشتہ، شکاری ناگن، لاشوں کے کھنڈر، نغمۂ موت، پتھر کا شکار، حساس مردے، وہ آرہی ہے، انوکھا شکاری، خوش پوش بھیڑیئے، سرخ نشان، مڈونگا کی واپسی، تصویر کی موت، چاند کی دھوپ، وحشیوں کا حکمراں، خوفناک ٹپلو نرودا، موت کی محبوبہ، قہر کا دیوتا، پاگل لڑکے، آنکھ کے قاتل، مرحوم کی موت، متحرک مقبرے، موسیقی کا خون، موت جھپٹتی ہے وغیرہ۔

مذکورہ ناولوں کے علی الرغم ایک ناول ''ڈیڑھ متوالے'' کو شاہین پبلی کیشنز نے اوریجنل نام سے اس وقت شائع کیا جبکہ ''دلچسپ حادثہ'' اور ''بے آواز سیارہ'' سلسلے کا آخری شاہکار ناول ''ڈیڑھ متوالے'' کی اشاعت کا اعلان نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد کی طرف سے کیا گیا تھا۔ واضح ہو کہ ''ڈیڑھ متوالے'' ابن صفی کا وہ یادگار ناول ہے جسے انہوں نے اپنی علالت کے تقریباً ڈھائی برسوں کے بعد لکھا تھا۔ ہندوستان میں اس ناول کا اجرا 25 نومبر 1962 کو الٰہ آباد میں آں جہانی لال بہادر شاستری کے ہاتھوں ہوا تھا۔ اس وقت نکہت پبلی کیشنز کے عباس حسینی مرحوم نے شاہین پبلی کیشنز، کانپور کے پرنٹر پبلشر محمد درویش خاں کے خلاف قانونی کارروائی بھی کی تھی۔ پولیس نے شاہین پبلی کیشنز، کانپور کے اسٹور سے جعلی ''ڈیڑھ متوالے'' کی بہت سی کاپیاں بھی ضبط کیں۔

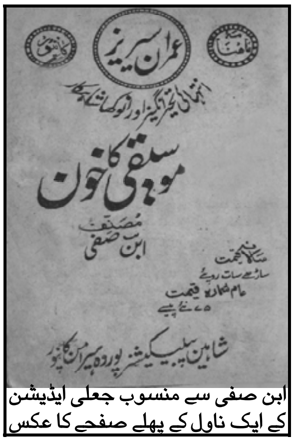

ابن صفی سے منسوب جعلی ایڈیشن کے ایک ناول کے پہلے صفحے کا عکس

اردو ادب میں سرقہ اور مصنف کے حق پر کسی ناشر کے ڈاکہ ڈالنے کی اس سے بدترین مثال شاید دوسری نہیں پیش کی جاسکتی۔ درویش خاں کے اس ادارے کی طرف سے باضابطہ دو ماہنامے عمران سیریز، کانپور اور حمید-فریدی سیریز، کانپور شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ ماہنامے RNI کے تحت باضابطہ رجسٹرڈ کرائے گئے تھے۔ ماہنامہ حمید-فریدی سیریز، کانپور کا رجسٹریشن نمبر 6902/62 تھا۔ مذکورہ دونوں ماہناموں کے تحت ابن صفی کے نام سے جعلی ناول شائع کئے جاتے۔ یہ ناول نقال مصنفین کی طرف سے لکھے جاتے جنہیں دیدہ دلیری کے ساتھ ابن صفی کے نام کی سند دی جاتی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ownership declaration میں ان ماہناموں کے ایڈیٹر کا نام: ابن صفی، قومیت: ہندوستانی اور پتہ کے طور پر 92/57 پوروہ، ہیرامن، کانپور-1 درج کئے جاتے۔ محمد درویش خاں (پرنٹر پبلشر) کی طرف سے یہ ڈیکلریشن یکم فروری 1964 کو عمران سیریز کے گیارہویں شمارہ میں شائع کیا گیا۔

اس ادارہ کے پرنٹر پبلشر محمد درویش خاں کے کریہہ چہرے کا دوسرا روپ بھی ملاحظہ کیجئے۔ نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد کی جانب سے جب درویش خاں کے غیر اخلاقی، ناجائز وغیر قانونی حرکتوں کا سخت نوٹس لیا گیا تو اس نے اپنے دونوں ماہناموں میں نکہت پبلی کیشنز الٰہ آباد کے خلاف نفرت و شرانگیز پروپیگنڈہ کا آغاز کردیا۔ جلی حرفوں میں شائع ایک علانیہ کچھ اس طرح تھا:

''محترم ابن صفی اور ان کے ادارہ شاہین پبلی کیشنز کی غیر معمولی مقبولیت اور ہردلعزیزی کو دیکھ کر حاسدوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ نقال اور فتنہ پرور پبلشر کے نت نئے شیطانی منصوبے... لیکن انشاء اللہ اس کے جھوٹ اور مکر وفریب کی باطل کہانی زیادہ دنوں جاری نہیں رہ سکتی اور کچھ ہی دنوں بعد اس کو منہ کی کھانی پڑے گی۔''

درویش خان نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ فرضی قارئین کی طرف سے اپنے ماہناموں میں

درجنوں تعریفی وتوصیفی خطوط شائع کئے۔ یہ خطوط جن قارئین کی طرف سے لکھے گئے یقینی طور سے جعلی ہی کہے جائیں گے کیونکہ ابن صفی کی اصل تحریروں کا مطالعہ کرنے والے قارئین سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابن صفی کو کانپور کا باشندہ تسلیم کریں نیز یہ کہ خود درویش خاں کے پیش کردہ ناولوں کے اسلوب اور سطحی طرز نگارش سے گمراہ ہوجائیں۔ ابن صفی کے نام پر درویش خاں کے پیش کردہ ناولوں میں اتنا دم نہیں تھا کہ اسے اصلی ابن صفی کی تخلیق سمجھ لی جاتی۔ نمونے کے طور پر جعلی ایڈیشن کے ایک قاری کا خط ملاحظہ کیجئے:

''عظیم ابن صفی آداب و نیاز!

آج کی ڈاک سے عمران سیریز کا شاہکار 'موت جھپٹتی ہے' موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت پسند آیا۔ خدا آپ کو اور آپ کے قلم کو اسی طرح دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حاسدوں کو یونہی جلن کی آگ جلنا نصیب کرے۔ آمین!

آپ کی ترقیوں کا خواہاں عبداللطیف، بیلگام (کرناٹک)''

(بحوالہ: ماہنامہ حمید فریدی سیریز، کانپور، بارھواں شمارہ، دوسرا سال)

اس خط کے لب ولہجہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ خط جعلی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت لکھا گیا ہے۔ درویش خاں کی جرأت یا حماقت کی انتہا یہ ہے کہ اس نے ابن صفی کی طرف سے انہی کے لب ولہجہ کی نقالی کرتے ہوئے ''پیش رس'' لکھنے کی کوشش کی۔ اس نے جاسوسی ادب کے عظیم مصنف ابن صفی مرحوم کے تخلیق کردہ تمام کرداروں کی نہ صرف مٹی پلید کی بلکہ ان کی حیات ہی میں ذاتی طور پر ابن صفی کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا اور ان پر ظلم کیا کہ دنیا کے شاید کسی دوسرے ادیب کے حصے میں اتنی مظلومیت اور بے بسی نہ آئی ہوگی۔ آپ تصور کیجئے کہ ایک ابن صفی (اسرار ناروی) جو ہندوستان کے معروف شہر الٰہ آباد کے ایک قصبہ نارہ میں پیدا ہوئے، الٰہ آباد ہی میں جاسوسی ادب کی بنیاد رکھی پھر 1952 میں بحالت مجبوری کراچی ہجرت کرگئے۔ دوسرے ابن صفی کانپور میں موجود ہیں اور دھڑا دھڑ عمران اور حمید فریدی سیریز کے ناول لکھ رہے ہیں۔ اردو ادب کی یہ کیسی دنیا ہے جہاں اوریجنل ادیبوں کی ڈمی تیار کی جاتی ہے بلکہ کاغذی کلون (Clone) تخلیق کی جاتی ہے اور اسے اصل بنا کر اس طرح پیش کیا جاتا ہے جس طرح دجال اکبر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ڈمی بن کر دنیا کو تہہ و بالا کرنے کی کوشش کرے گا۔ شاید یہ بھی دجالی عہد کا کرشمہ ہے کہ ''انشاء اللہ'' اور ''شیطانی منصوبے'' کے پردے میں اردو ادب میں اتنا بڑا فتنہ برپا کیا گیا کہ شاید شیطان بھی حیران و پریشان ہوگا کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرا کیونکر پیدا ہوگیا۔ ساٹھ کی دہائی میں جاسوسی ادب کے میدان میں سرقہ، ادبی ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کا ایسا بازار گرم تھا کہ شاید اردو ناول نگاری کی تاریخ میں ایسا معرکہ کبھی پیش نہ آیا ہوگا۔ جعلی ایڈیشن کے ''ڈمی ابن صفی'' کی جانب سے لکھے ہوئے ایک ''پیش رس'' کے اقتباس کی دروغ گوئی ملاحظہ کیجئے:

''...کچھ احباب نے سوال کیا ہے کہ کیا شاہین پبلی کیشنز اپنا ادارہ ہے تو اس کے لئے عرض ہے کہ ان کا سوال ہی دراصل میرا جواب ہے۔ حقیقتاً شاہین پبلی کیشنز میرا نجی ادارہ ہے اور اس ادارہ سے آپ کو میری تمام تصنیفات پڑھنے کو ملیں گی— اور کہیں نہیں۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے کیونکہ آپ اپنے محبوب کردار علی عمران سے ملنے کے لئے بے چین ہوں گے۔ اس لئے میں آپ... حضرات کے بیچ میں کباب میں ہڈی کی طرح نہیں آنا چاہتا، اس لئے آپ علی عمران سے ملئے اور مجھے آئندہ ناول کے لئے رخصت کیجئے۔

آپ کا اپنا

ابن صفی''

(بحوالہ جعلی ناول ''موت کی محبوبہ'' شاہین پبلی کیشنز، کانپور، 1962)

اب ذرا ابن صفی (اسرار ناروی) کے ایک ناول ''سبز لہو'' کے پیش رس کا آخری حصہ ملاحظہ کیجئے:

''...لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ گرمیوں میں مَری چلے جایا کرو اور میں ان سے بصد خلوص وعدہ کرتا ہوں کہ اگلی گرمیوں میں ضرور چلا جاؤں گا۔ لیکن جہاں گھنٹے بھر بعد ہوا بدلی یہ فلسفہ سوجھا کہ آدمی تو دراصل اپنے ذہن میں رہتا ہے! پھر مَری وری کیسی؟ سب چلتا ہے... پھر موسم میں کوئی تبدیلی آئی اور تارک الدنیا ہونے کو دل چاہنے لگا! کراچی جیسے کاروباری شہر میں تو ایسی آب و ہوا نہ ہونی چاہئے۔ پتہ نہیں اللہ کی کیا مصلحت ہے—!

والسلام

۲ر جولائی ۱۹۶۹ (ابن صفی)

مذکورہ پیش رس کے دونوں اقتباسات سے ادنیٰ درجے کا طالب علم بھی اندازہ کرسکتا ہے کہ دونوں تحریروں میں اسلوب اور فکر خیال کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نقلی اور اصلی کی پہچان مشکل نہیں۔ پھر اصلی ابن صفی تو کراچی میں مقیم ہیں اور ان کا ڈمی کانپور کا کوئی احمق باشندہ ہے یا خود محمد درویش خاں۔

اسی طرح دہلی کے ایک پبلشر ''مینار پاکٹ بکس'' کا شائع کردہ ایک ناول ''بے کاروں کی انجمن'' کے سرورق پر لکھا ہے: ''عظیم مصنف ابن صفی بی اے کا عظیم شاہکار''۔ سرورق کی پشت پر ابن صفی کی بلیک اینڈ وہائٹ تصویر دی گئی ہے جس کے نیچے جعلی پبلشر نے اپنی ذلالت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کیپشن بھی لکھا:

''جاسوسی ادب کے شہرہ آفاق مصنف محترم ابن صفی بی اے، جن کی تحریر دوسروں کے لئے باعث تقلید بنی...اور آج بھی وہ روشن مینار کی طرح ہیں۔''

معلوم نہیں اس طرح کے اور کتنے ناول مذکورہ پبلشر نے شائع کئے ہوں گے اور بڑی بے شرمی سے ان ناولوں کا خالق ابن صفی کو قرار دے کر اردو عوام کو گمراہ کیا ہوگا۔ اس طرح کے ناولوں کی کھپت عام طور پر جنوبی ہندوستان کے اردو قارئین میں زیادہ تھی اور وہاں کی مقامی اردو لائبریریوں میں اب بھی یہ ناول محفوظ ہوسکتے ہیں۔

ابن صفی نے فریدی، حمید اور عمران سیریز کے جتنے بھی ناول لکھے، عام طور پر کراچی کے بعد نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد سے شائع ہوتے رہے۔ ابن صفی کے شائع کردہ اوریجنل ناولوں کی مکمل فہرست اب www.ibnesafi.info ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہے۔ اس فہرست میں ''بے کاروں کی انجمن'' یا شاہین پبلی کیشنز، کانپور کے شائع کردہ جعلی ناولوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہاں ''پاگلوں کی انجمن'' جیسا شاہکار ناول ابن صفی نے ضرور لکھا۔ میرے علم میں نہیں کہ خود ابن صفی مرحوم کو ''مینار پاکٹ بکس'' کی اس مذموم حرکت کے بارے میں اندازہ تھا یا نہیں۔ تاہم ایک بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ابن صفی کی تحریروں کا قاری ''بے کاروں کی انجمن'' کے مواد اور اسلوب سے یقیناً اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کے نقال مصنف (ghost writer) کی تحریر پر گمان ہوتا ہے کہ کسی بھیک مانگنے والے کو بادشاہ کا ریڈی میڈ لباس پہنا کر شاہی تخت پر بٹھا دیا گیا ہو۔

دہلی کے ایک ناشر کا شائع کردہ جعلی ناول ''بیکاروں کی انجمن'' کے بیک ٹائٹل کا عکس — ابن صفی کی تصویر بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

ادب میں سرقہ ایک اہم موضوع ہے اور بعض بڑے ادیبوں اور شاعروں کے کسی فقرے یا اقتباس پر بھی سرقہ کا الزام عاید کیا جاتا رہا ہے۔ زندگی کے جملہ شعبۂ حیات میں چور موجود رہے ہیں اور ادب میں بھی چوروں کی کمی نہیں۔ تاہم ادب میں سرقہ اسی کو تسلیم کیا جاتا رہا ہے جس کا ارتکاب دانستاً کیا گیا ہو۔ کسی کے افسانے کو اپنے نام سے چھپوانا یا کسی مردہ ادیب یا غیر معروف شاعر کے دیوان کو کسی کا اپنے نام سے چھپوا لینا یقیناً ایک قبیح فعل ہے اور اس کی مزمت کی جانی چاہئے۔ تاہم ایک وقت خاص میں ممکن ہے کہ ایک سے زائد ادیبوں اور دانشوروں کے ذہن وقلب میں کسی خیال کی آمد ہوسکتی ہے اور ایک ہی بات اپنے اپنے ڈھنگ سے ایک سے زائد ادیبوں کی تحریروں میں آسکتی ہے، ایسی صورت میں فی الفور اسے سرقہ کے زمرے میں نہیں رکھا جاسکتا۔ ادبی سرقہ کے لئے سرقہ کی واضح علامات کا موجود ہونا ضروری ہے۔

اردو دنیا میں ابن صفی کی غیر معمولی ادبی خدمات کو بعض ادیب اور نقاد عصبیت کے سبب ادب کا درجہ نہ دیتے ہوں لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ان کے ناولوں کے قارئین میں ادیب، نقاد، پروفیسر، شاعر، صحافی، سیاست داں، ڈاکٹر، انجینئر، محقق و اساتذہ سبھی شامل تھے۔ یونیورسٹیوں کے بعض نقاد پروفیسر بھی ابن صفی کے ناولوں کے رسیا رہے۔ اس تصویر کا دوسرا رخ یا المیہ یہ ہے کہ اردو ادب میں اس بے حسی کی مثال نہیں ملتی کہ ابن صفی جیسے بلند پایہ ادیب وشاعر کی خدمات کا اعتراف نہیں کیا گیا اور کانپور کے درویش خاں کی ادبی دہشت گردی پر کسی ادیب، نقاد یا یونیورسٹی کے پروفیسر کو توفیق نہ ہوئی کہ اس کا محاسبہ کرتے، دوسری طرف اردو زبان وادب کو گھنا اور تناور درخت بنانے والے ادیب ابن صفی کو ادبی صحرا میں یکہ وتنہا چھوڑ دیا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اردو ادب کی تخلیق کی نذر تھا۔ بالآخر ہزاروں اشعار کا خالق، ڈھائی سو سے زائد ناولوں کا مصنف اور درجنوں طنزیہ ومزاحیہ مضامین کا انشا پرداز صرف 52 سال کی عمر میں بڑی خاموشی سے اس دارفانی سے رخصت ہوگیا جس کا قول تھا: ''قرآن کو پڑھو، اس پر عمل کرو...اسے علم الکلام کا اکھاڑا نہ بناؤ۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔ آمین! ❑❑

Address:
URDU BOOK REVIEW
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002
Mobile No. 0 9953630788